Mahatma
GANDHI

Mahatma Gandhi.

مہاتما گاندھی

ہندوستان کے شہرۂ آفاق رہنما مہاتما گاندھی
کے دلچسپ، سبق آموز، اور موثر حالات زندگی کا مرقع

از

مسٹر کے، ایل، رلیا رام
ہیڈ ماسٹر رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور

منشی غلام قادر فرخ امرتسری

مطبوعہ کریمی پریس لاہور باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر

اعتراف

سوئٹزرلینڈ کے مشہور عالم مسٹر ھمالی مین جو گوہاٹی کانگرس میں شریک ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں مہاتما گاندھی کے پاکیزہ خیالات، پُرامن زندگی، اور ہمدردانہ جذبات کا، جو وہ تمام دُنیا کے انسانوں کے لئے رکھتے ہیں، بڑا مدّاح ہوں۔ مہاتما گاندھی ایک دیوتا ہے۔ جو دُنیا کے اندر اپنا ثانی نہیں رکھتا۔"

دیباچہ

مہاتما گاندھی دورِ حاضرہ کے سب سے بڑے انسان ہیں۔ وہ نہ صرف ہندوستان میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، بلکہ دُنیا اُن کی جلیل القدر ہستی کی معترف ہے۔ وہ اِس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ طاقت و اقتدار کا زبردست حربہ ہی امن و تہذیب کی اشاعت کا بہترین ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے۔ عدم تشدّد اور روحانی قوّت سے درماندہ قوم کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے میدانِ عمل میں آئے۔ اس لئے اہلِ ملک کا فرض ہے، کہ مہاتما جی کے سوانح حیات پڑھیں۔ اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر مقامِ مقصود پر پہنچیں۔

نیاز مند مؤلف

UNION یکم دسمبر ۱۹۲۹ء

ہمارا گاندھی

مادرِ ہند کو ہے جان سے پیارا گاندھی
لختِ دل، لختِ جگر، آنکھ کا تارا گاندھی

زیر اُفتادوں کو اُلفت سے اُٹھانے والا
بیکسوں کے لئے ہوتا ہے سہارا گاندھی

اُس کے ہے دستِ تصرّف میں دلوں کی دُنیا
آج ہے غیرت اسکندر و دارا. گاندھی

ناخُدا کشتیِ اُمّید کا اپنی وہ ہے۔
امن و راحت کا دکھاتا ہے کنارا گاندھی

رام کر لیتا ہے ہر اہلِ نظر کو پل میں.
کرکے اک چشم تلطّف کا اشارا گاندھی

محفلِ دہر میں ہے اُس کے عمل کی خوشبو
غیرتِ مشک ختن، عنبر سارا گاندھی

ہمہ تن چشم ہے اُسکے لئے دُنیا فرّخ!
بسکہ محبوبِ خلاق ہے ہمارا گاندھی

مہاتما گاندھی

پہلا باب

ابتدائی حالات

مہاتما گاندھی کا نام موہن داس کرم چند گاندھی ہے۔ جو گجرات کاٹھیاواڑ کے ایک شہر پوربندر میں ۲؍اکتوبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے۔

مہاتما جی کے باپ دادا بہت نامور تھے۔ دادا رانا صاحب پوربندر کے دیوان (وزیر) تھے۔ اُن کی وفات کے بعد مہاتما جی کے باپ دیوان مقرر ہوئے۔ لیکن راجہ کے ساتھ بن نہ آئی۔ اِس لئے ریاست راج کوٹ میں چلے گئے۔ جہاں اُنہیں دیوان کا عہدہ مل گیا۔

مہاتما جی کو سات سال کی عمر میں پوربندر کے ایک سکول میں داخل کیا گیا۔ مگر پھر راج کوٹ جانا پڑا۔ راج کوٹ میں پہلے تو ایک ورنیکولر سکول میں پڑھتے رہے۔ اسکے بعد کاٹھیاواڑ

ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ جہاں اُنہوں نے ۱۷ سال کی عمر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔

مہاتما جی زمانہ کے دستور کے مطابق بچپن کی شادی کی مصیبت سے نہ بچ سکے۔ ابھی اُن کی عمر ۱۱ سال کی تھی، اور سکول میں پڑھتے تھے، کہ اُن کا بیاہ کر دیا گیا۔

انٹرنس کا امتحان پاس کر لینے کے بعد اُنہیں ایک دوست نے انگلستان جانے اور بیرسٹر بننے کا مشورہ دیا۔ مگر مہاتما جی کی ماں کسی صورت میں بھی اِس پر راضی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ہندو مذہب کی پکّی پیرو اور مغربی تہذیب کو سخت ناپسند کرتی تھیں۔ مگر ہونہار فرزند اپنی بات پر اڑا ہُوا تھا۔ آخر محبّتِ مادری کو مغلوب ہونا پڑا۔ وہ اُنہیں ایک ہندو بزرگ کے پاس لے گئیں۔ جہاں مہاتما جی سے شراب، گوشت اور عورت سے پرہیز کرنے کا عہد لیا گیا، اور چار و ناچار انگلستان جانے کی اجازت دے دی۔

جب انگلستان پہنچے۔ وہاں کی حالت ہندوستان سے مختلف تھی۔ اُنہیں وہاں کے دوست و احباب کی طرح پورا "جنٹلمین" بننے کا خیال پیدا ہُوا۔ اُن کا ایک دوست جو انگریزی فیشنوں میں پوری شہرت رکھتا تھا۔ ساتھ لے گیا، اور فیشنوں کی تعلیم دینے

لگا۔ یہ بھی عام حالات سے مجبور ہو کر اس طرف لگ گئے۔ لیکن اُن کا دل ایسی باتوں سے ہچکچاتا تھا۔ اور وہ عہد جو اُنہوں نے کیا تھا، ہر وقت بھوت کی طرح ڈراتا رہتا تھا۔

ایک دن اُنہیں کسی دعوت پر جانے کا اتفاق ہُوا۔ وہاں گوشت کا شوربا میز پر رکھا گیا۔ اب ایک طرف وہ عہد تھا، اور دوسری جانب انگریز دوست کا پاس۔ سوچنے لگے، کیا کیا جائے۔ چند منٹ غور کرنے کے بعد وہ دعوت سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور اپنے عہد پر قائم رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے مغربی معاشرت کو قطعاً چھوڑ دیا۔ اور ایک سادہ مزاج ہندوستانی کی طرح رہنے لگے۔

مہاتما جی نے پہلے لندن کا امتحانِ انٹرنس پاس کیا۔ اور پھر بیرسٹری کی سند حاصل کر کے ہندوستان واپس آئے۔

بمبئی آنے پر معلوم ہُوا، کہ اُن کی مہربان ماں جو اُنہیں بہت پیار کرتی تھیں، دُنیا سے کوچ کر گئی ہیں۔ یہ افسوسناک خبر اُن سے دانستہ پوشیدہ رکھی گئی تھی، کہ پردیس میں اُن کو صدمہ نہ ہو، اور تعلیم میں خلل نہ آئے۔ لیکن اسکا مہاتما جی کو سخت رنج ہُوا

دوسرا باب

جنوبی افریقہ میں

انگلستان سے واپس آ کر مہاتما جی تقریباً ڈیڑھ سال بمبئی اور راج کوٹ میں رہے۔ جہاں انہوں نے وکالت کا کام شروع کیا۔ اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ مگر انہیں جلدی ہی ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جنوبی افریقہ جانا پڑا۔ جو پوربندر کی ایک دوکان کی طرف سے جس کی ایک شاخ پریٹوریہ میں تھی۔ جنوبی افریقہ میں چل رہا تھا۔ اس میں کئی ہندوستانیوں کا تعلق تھا۔ مقدمہ کے حالات سے معلوم ہوتا تھا، کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہیگا۔ اس کی پیروی کا کام مہاتما جی کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ اور جنوبی افریقہ کو روانہ ہو گئے۔

جب وہاں پہنچے۔ انہیں وہاں کے ہندوستانی بھائیوں کی حالت دیکھکر سخت صدمہ ہؤا۔ کیونکہ اُن غریبوں کو وہاں اس لئے بُلایا گیا تھا، کہ جنگلوں کو کاٹ کر بستیاں بسائیں، اور امن و راحت کی زندگی بسر کریں۔ لیکن جب اُنہوں نے ویرانوں

کو آباد کیا۔ اور جنگلوں کی جگہ خوشنما شہر آباد کئے۔ تو وہاں کے رہنے والوں نے انہیں حقارت سے دیکھنا، اور ذلیل کرنا شروع کر دیا۔

(۱) رنگ و قومیت کی ہر معاملہ میں تمیز کی جاتی تھی۔

(۲) ہندوستانیوں کے کاروبار میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی تھیں۔

(۳) ہندوستانیوں کو زمین حاصل کرنا دشوار ہو گیا تھا۔

(۴) گوروں میں کالوں کی موجودگی ہتک خیال کی جاتی تھی۔

ان تمام باتوں کا مطلب یہ تھا، کہ نئے ہندوستانی افریقہ میں آکر آباد نہ ہونے پائیں۔ اور جو آباد ہیں، تنگ آکر واپس چلے جائیں۔

مہاتما جی چونکہ ہندوستانی تھے۔ اس لئے وہاں جاتے ہی اُن سے بھی بدسلوکی کا سلسلہ جاری ہو گیا، اور عدالت میں پگڑی اُتارنے کا حکم دیا گیا۔ جس کو وہ برداشت نہ کر سکے۔ اور عدالت سے باہر چلے گئے۔ ٹرانسوال جاتے ہوئے ریل کے سفر میں گارڈ نے نہایت بُرے الفاظ میں اوّل درجہ کی گاڑی کے کمرے سے نکل جانے اور مال ڈالنے والی بریک میں سوار ہونے کا حکم دیا۔

اُن کے پاس اوّل درجہ کا ٹکٹ موجود تھا۔ حکم ماننے سے انکار کرنے پر اُنہیں وحشیانہ طور پر گھسیٹا گیا۔ اور اسباب باہر پھینک دیا۔ گاڑی چل دی، اور یہ وہیں رہ گئے۔ ٹرانسوال کے ریلوے سٹیشن پر اُنہیں گارڈ نے دو "مکے" رسید کئے۔ پریٹوریہ میں راستہ سے ہٹانے کے لئے ایک سپاہی نے اُنہیں پاؤں کی ٹھوکریں لگائیں۔

جب مقدمہ ختم ہو گیا۔ اور ہندوستان واپس آنے کی تیاری کر رہے تھے۔ تو اُنہوں نے ایک مقامی اخبار میں یہ اعلان پڑھا۔ کہ "کالونی کی پارلیمنٹ میں ایک مسودہ قانون پیش ہونے والا ہے جس کے رُو سے ہندوستانیوں کو اُن کے تمام حقوق سے محروم کیا جائیگا۔" مہاتما جی نے اس قانون کی مخالفت کی، اور بہت سے ہندوستانیوں کے دستخطوں سے ایک درخواست انگلستان کے وزیر نوآبادیات کو بھیجی۔ مگر کوئی جواب آنے سے پہلے قانون کسی قدر ترمیم کے بعد پاس ہو گیا۔

اِن حالات نے مہاتما گاندھی کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی بہتری کے لئے جنوبی افریقہ میں سکونت اختیار کریں۔ چنانچہ نٹال کی عدالت عالیہ میں بطور بیرسٹر اپنا نام درج رجسٹر کرا دیا۔ اور وکالت کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنے لگے۔

۱۹۰۱ء میں مہاتما جی اپنی بیوی بچوں کو لے جانے کے لئے ہندوستان واپس تشریف لائے۔ یہاں ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے اُن کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ وطن میں آ کر انہوں نے افریقہ جنوبی کے غریب الوطن بھائیوں کی حالت اخبارات میں شایع کی۔ اور جلسوں میں تقریریں کیں۔ ریوٹر نے اِن تقریروں کو مبالغہ کے ساتھ جنوبی افریقہ میں بھیجا جس سے وہاں کی حکومت اور عام آبادی ہندوستانیوں کی سخت مخالف ہو گئی۔ اس پر انہیں افریقہ سے تار آیا، کہ وہ بہت جلد نٹال واپس چلے آئیں۔ مہاتما جی فوراً جہاز پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔

مہاتما گاندھی کا جہاز ڈربن کی بندرگاہ پر اُس روز پہنچا جبکہ ایک دوسرا جہاز چھ سَو ہندوستانیوں کو لے کر وہاں گیا۔ بہت دنوں تک اِن جہازوں کو قرنطینہ میں رکھا گیا۔ کالونی والوں کا ارادہ تھا، کہ ہندوستانیوں کو ساحل پر اُترنے نہ دیا جائے۔ اور بعض کا ارادہ تھا، کہ دونوں جہاز غرق کر دیئے جائیں۔ لیکن یہ سب کچھ بے سُود تھا۔ ساحل پر مخالفوں کا بہت ہجوم اور سخت شور و شر تھا۔ اٹارنی جنرل (ایک افسر اعلیٰ) نے سمجھا بُجھا کر لوگوں کو منتشر کیا۔ اور ہندوستانی اُترنے شروع ہو گئے۔ مہاتما جی پر

راستے میں سخت حملے ہوئے۔ زد و کوب کیا گیا۔ وہ چھپتے چھپاتے مشکل سے اپنے مکان پر پہنچے۔ ان واقعات نے مہاتما جی کے دل میں اپنے بھائیوں کی خدمت اور اُن کی مصیبتوں کو دُور کرنے کا ایک زبردست اور مستقل جذبہ پیدا کر دیا۔

تیسرا باب

جنگ ٹرانسوال

اکتوبر ۱۸۹۹ء میں انگریزوں اور بوئر قوم کے درمیان جنوبی افریقہ میں جنگ چھڑ گئی۔ مہاتما جی نے اِس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور مشورہ دیا، کہ اپنی عزّت کو برقرار رکھنے کے لئے تمام ہندوستانیوں کو برطانیہ کی مدد کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اُن کے طلب کرنے پر صدہا ہندوستانی بطور رضا کار (والنٹیر) بھرتی ہو گئے۔ مگر حکومت نے اُن کی خدمات کو نامنظور کیا۔ دوسری دفعہ پھر درخواست کی، اُس کا بھی وُہی حشر ہُوا۔ اِس دَوران میں جب انگریزی فوج سخت خطرے میں پڑ گئی، تو انہوں نے محسوس کیا، کہ تمام آدمیوں کو جو مِل سکتے ہوں، میدانِ جنگ میں آنا چاہیئے۔ اس لئے مہاتما جی

اور اُن کے ہموطنوں کی خدمات طلب کی گئیں۔

ایک ہزار ہندوستانی میدان میں آئے۔ اور ان سب کو بیماروں اور زخمیوں کی خدمت اور خبر گیری پر مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے دل و جان سے اپنا فرض انجام دیا۔ ایک موقعہ پر ہندوستانیوں کو گولیوں کی زد کے باہر سے زخمی سپاہیوں کو لانے اور اُنہیں بیس میل دُور ایک جگہ پر پہنچانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ جب لڑائی نے زور پکڑا، تو میجر باپٹی نے جو خود ایک رضا کار تھے۔ درخواست کی، کہ اگر وہ زخمی سپاہیوں کو گولیوں کی بوچھاڑ کے اندر سے لا سکیں، تو بہت بڑی خدمت ہوگی۔ مہاتما جی کا حکم ملنے پر تمام ہندوستانی رضا کار گولیوں کی بارش میں زخمیوں کو لانے میں مصروف ہو گئے۔ اور اس دوران میں چند ایک کی جانیں بھی ضایع ہُوئیں۔

جب لڑائی ختم ہُوئی۔ اور ٹرانسوال برطانی حکومت کا ایک حصّہ بن گیا۔ تو مہاتما جی کو یہ خیال تھا، کہ جنگ کے اسباب میں ایک سبب ملکہ معظمہ کی ہندوستانی رعایا کے ساتھ بدسلوکی بھی ہے۔ اس لئے نئی طرز کی حکومت کے ماتحت وہ تمام شکایتیں دُور ہو جائینگی۔ اور ہندوستانیوں کو بے انصافی کا شکار نہ بنایا جائیگا۔

اس لئے وہ ہندوستان واپس آ گئے۔ مگر اس کے بعد حالت پہلے
سے بھی بدتر ہو گئی۔ مہاتما جی کو پھر افریقہ جانا پڑا۔ اور وہاں
اُن قوانین کی مخالفت بڑی دانش مندی سے کرتے رہے، جو
وقتاً فوقتاً جنوبی افریقہ کی حکومت ایشیائیوں اور ہندوستانیوں کے
خلاف پاس کرتی رہی۔ اُنہوں نے خاموش مقابلہ کے حربہ سے
حکومت کا ناک میں دم کر دیا۔ خود اُنہیں اور اُن کے ساتھیوں
کو کئی دفعہ جیل میں جانا پڑا

چوتھا باب

ہندوستان میں واپسی

جب ہندوستان اور جنوبی افریقہ کے حالات بہت نازک
ہو گئے، تو حکومت برطانیہ نے ایک شاہی کمیشن تحقیقات کے
لئے مقرر کیا۔ جس کی بدولت "انڈین ریلیف ایکٹ" (قانون
اعانتِ ہندیاں) پاس ہُوا۔ جس سے ہندوستانیوں کے ہر
طبقہ کو تسلی ہو گئی۔ اس پر مہاتما جی نے تمام جد و جہد بند کر
دینے کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۱۶ء میں خود اپنی مادرِ وطن کی خدمت

کے لئے واپس آ گئے۔ اور احمد آباد میں سکونت اختیار کی۔

مہاتما جی کے آنے سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات سے عوام کو بہت کم واقفیت تھی۔ بلکہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس سے بے خبر تھا۔ صرف اُنہی تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے سیاست دانوں کو اس سے دلچسپی تھی، جو نیشنل کانگرس اور مسلم لیگ وغیرہ میں سیاسی مجالس میں حصّہ لیتے تھے۔ مہاتما گاندھی نے آتے ہی ملک کا دَورہ شروع کیا۔ جہاں کہیں مزدوروں، کسانوں یا غریب طبقہ کے لوگوں کو تکلیف پہنچی۔ فوراً وہاں پہنچ گئے۔ اور اُن کی تکلیفوں کو دُور کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔

مہاتما گاندھی کا عقیدہ ہے، کہ "سختی کا مقابلہ نرمی سے کرنا فتح وظفر کا موجب ہے۔" وہ کہتے ہیں، کہ "خود تکلیف اُٹھاؤ، کسی کو ایذا نہ دو۔ کشت وخون اور ظلم وجبر سے کامیابی نہیں ہوتی۔"

ضلع چمپارن کے مزدوروں اور مالکان باغات کا تنازعہ مہاتما جی کی بروقت امداد سے ختم ہُوا۔ احمد آباد کے کپڑے کے کارخانہ کے مزدوروں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ مزدوری میں اضافہ کے لئے مالکوں سے درخواست کی۔ مگر اُنہوں نے مسترد کر دی۔ مہاتما جی پہنچے۔ دوستانہ طور پر مفاہمت کی بے حد کوشش کی۔

مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اُنہوں نے اعلان کر دیا۔ کہ جب تک جھگڑے کا فیصلہ نہ ہو گا۔ وہ برت (روزہ) رکھیں گے۔ اور کچھ نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ تین ہی دن کے بعد مالکوں نے مزدوروں کا مطالبہ منظور کر لیا۔ اِس طرح سب معاملہ درست ہو گیا۔ ۱۹۱۷ء میں ضلع کیرا میں بارش نہ ہونے سے فصلوں کو بہت نقصان پہنچا۔ مالیہ کی وصولی پر سرکار اور کسانوں میں کشمکش ہو گئی۔ مہاتما جی کی بدولت کسانوں اور مزدوروں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں مہاتما جی کی سادگی، سچائی، محنت، اور قربانی کی دھاک تمام ہندوستان میں بیٹھ گئی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے ملکی رہنماؤں سے لے کر جاہل اور غریب آدمیوں تک اُن کی عزت کرنے لگے۔ عورتوں اور بچوں کی زبان پر مہاتما گاندھی کا نام آنے لگا۔ جہاں جاتے، جس جگہ تقریر کرتے، ہزاروں آدمی استقبال کے لئے جمع ہو جاتے، اور اُن کی گراں قدر نصیحتوں سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ مُلک کے بیشمار لوگ اُن کے اشاروں پر چلنے لگے۔ کانگرس میں اُن کا اقتدار ہو گیا۔ مجلسِ خلافت اُنکے زیرِ اثر آگئی۔ وہ اہلِ ہند میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے شب و روز مصروف رہے۔ اور بہت

حد تک کامیاب ہو گئے۔ ایک موقعہ پر فرمایا:۔

"جب کہا جاتا ہے، کہ ہندو مسلمان ایک نہیں ہیں، تو مجھے نہایت تعجب ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم ایک ملک کے رہنے والے، ایک بھارت ماتا کے دُودھ، پھل پھُول، خوراک وغیرہ سے پلنے والے، ایک ایشور، ایک خدا، اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے جب ہندو مسلمان، جینی، پارسی، برہمو، عیسائی وغیرہ سب ہندوستان کے رہنے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، تو اُنہیں یہی مناسب ہے۔ کہ ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں۔"

ہندوستان کے دَورِ جدید میں کوئی ایسا رہنما نہیں گذرا۔ جس کو تمام جماعتوں اور عام لوگوں میں اس قدر ہردلعزیزی حاصل ہُوئی ہو۔ جتنی مہاتما گاندھی کو نصیب ہُوئی۔ وہ راسخ الاعتقاد ہندو ہیں، لیکن مولانا محمّد علی اور مولانا شوکت علی کے ساتھ اُنہیں خاص محبّت تھی۔ تمام ملک کے سربرآوردہ رہنما مسٹر داس، مولانا آزاد، پنڈت موتی لال نہرو، حکیم اجمل خاں، اور ڈاکٹر انصاری اُن کے حلقہ بگوش تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آزادی

اور حُبِّ وطن کی زبردست رُوح پیدا ہو گئی۔ جس نے بے حس
اور کمزور لوگوں کو بھی شاہراہِ ترقی پر لا کر کھڑا کر دیا۔

پانچواں باب

گرفتاری اور سزا

مہاتما گاندھی کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے اُنکی گرفتاری کا عموماً کھٹکا رہتا تھا۔ آخر گورنمنٹ نے چار مضامین کی بنا پر جو اُن کے اخبار "ینگ انڈیا" میں شایع ہُوئے تھے، زیر دفعہ ۱۲۴۔الف مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا۔

مہاتما گاندھی اجمیر خلافت کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب ۱۰ مارچ ۱۹۲۲ء کو واپس آئے، تو شنکر لال بینکر کو جو اخبار کا پبلشر تھا، سپرنٹنڈنٹ پولیس نے گرفتاری کا وارنٹ دکھایا، اور درخواست کی، کہ مہاتما گاندھی کو اطلاع کر دیں۔ مہاتما جی کو اطلاع کی گئی۔ آپ اُس وقت اشنان کر رہے تھے۔ جب نہا کر باہر نکلے، تو آشرم کے لوگوں کو بُلایا۔ گیتا لی۔ سب نے مِل کر پاٹھ کیا۔ اس کے بعد وہ مسٹر سیلی

کے پاس گئے - جو باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے - مہاتما جی اور شنکر لال اُن کے ساتھ جانے کو تیار ہوئے - مسٹر ہیلی نے اہلیہ صاحبہ گاندھی کو ساتھ جانے کی اجازت دی - دوسرے روز شاہی باغ میں کمشنر صاحب کے بنگلہ پر مسٹر براؤن اسسٹنٹ کلکٹر کے روبرو مقدمہ پیش ہوا - جو رسمی کارروائی کے بعد کسی دوسری تاریخ پر ملتوی ہو گیا -

۱۸ مارچ کو مقدمہ احمد آباد میں پیش ہوا - مہاتما گاندھی شنکر لال بینکر کے ہمراہ کھدّر کی ایک چھوٹی سی دھوتی پہنے کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے - تمام لوگ جو وہاں موجود تھے تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے -

مہاتما جی نے مسکرا کر فرمایا "گویا آپ لوگ میری تسلی کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں"

مہاتما جی نے اُن مردوں اور عورتوں کے ہجوم پر ایک نگاہ ڈالی - جو ایک لمبا سفر طے کر کے اُنہیں اپنی محبت اور ہمدردی کا تحفہ پیش کرنے آئے تھے - اور کہا:-

"یہ قانونی عدالت نہیں - بلکہ ایک ایسا مجمع ہے، جس میں ایک خاندان کے لوگ شامل ہیں"

جس وقت جج کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ تو تمام کمرے میں ایک عجیب خاموشی چھا گئی۔ کارروائی شروع ہوئی۔ مہاتما جی نے ایک بیان پڑھا۔ جس میں اُنہوں نے کہا۔ کہ

"مَیں نے جو کچھ کیا مُلکی خدمت کے لئے کیا۔ اگر یہ جُرم ہے۔ تو سب سے زیادہ سزا جو عدالت دے سکتی ہے۔ قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

نہ استغاثہ کی طرف سے گواہ پیش ہوئے۔ نہ صفائی کی ضرورت ہوئی۔ نہ گواہوں پر جرح قدح کی گئی۔ اور نہ وُکلا کو قانونی نکات حل کرنے کا موقع مِلا۔ مہاتما جی کے بیان پر ہی مقدمہ تھوڑے وقت میں ختم ہو گیا۔

جج نے فیصلہ سُناتے ہوئے افسوس کے ساتھ کہا:۔

"موجودہ زمانہ میں سب سے زیادہ رُوحانی طاقت رکھنے والے انسان کو مجھے سزا دینی پڑی ہے۔"

اور چھ سال سزائے قید کا حکم دیا۔

مہاتما جی نے عدالت کا شکریہ ادا کیا۔

جج کے چلے جانے کے بعد تمام لوگ جو کمرے کے اندر تھے۔ مہاتما جی کے گِرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اور آنسُو بہاتے

ہوئے باری باری، اُن سے رُخصت ہُوئے۔

اِس کے بعد اُنہیں سابرمتی جیل میں لے گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد یرو ادا جیل میں منتقل کیا گیا۔ جہاں وہ صبر اور خوشی سے قید کے دن گذارنے لگے۔ ذوقؔ نے خدا سے آرزو کی تھی، کہ ؎

دل دے تو اِس مذاق کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گذار دے

مگر مہاتما جی کو واقعی خُدا نے ایسا ہی مضبوط دل عطا کیا تھا۔ جو اس طویل قید سے ذرا متاثر نہ ہُوا۔

مہاتما جی کے ساتھ حکومت نے ہر طرح کا نیک سلوک روا رکھا۔ اُن کی بُود و باند کے لئے صاف سُتھرا مکان، کھانے کے لئے حسب منشا غذا، اور مطالعہ کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا انتظام کیا گیا۔ سزا کی غرض تعزیر نہ تھی، بلکہ اُن کی سیاسی سرگرمیوں کو روکنا تھا۔

جیل کے افسر نہایت احترام کرتے تھے، اور خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے۔

چھٹا باب

رہائی

مہاتما جی کو تنہائی کی زندگی بسر کرتے ابھی دو سال نہیں گذرے تھے، کہ بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹری معائنہ کے بعد آپریشن (عملِ جرّاحی) ضروری سمجھا گیا۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی، کہ جلدی سے جلدی آپریشن ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ اُنہیں فوراً پُونا کے سیسون ہسپتال میں بھیجا گیا۔ جہاں مناسب انتظام کے ساتھ اُن کے خاندان اور دوستوں کو ملنے اور تیمارداری کرنے کی اجازت دی گئی۔ آپریشن کامیاب ہُوا۔ کامل صحت کی اُمّید ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ طاقت بحال ہونے لگی۔

ملک میں ہر طرح امن وسکون پیدا ہو چکا تھا۔ حکومت سے دست وگریبان ہونے والے، آپس میں "پا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے" کا مضحکہ خیز منظر دکھا رہے تھے۔ اور فرقہ وارانہ منافرت نے سیاسی فضا کو مکدّر کر دیا تھا۔

حکومت نے مہاتما جی کو زیادہ دیر آزادی سے محروم رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ۵ فروری ۱۹۲۴ء کو صبح کے ساڑھے

رات بجے کرنل میڈک (جو مہاتما جی کے معالج تھے) مہاتما جی کے پاس آئے، اور رہائی کی خبر سُنائی۔

مہاتما جی اِس خبر کو سُن کر چند لمحہ تک خاموش رہے۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔ کہ

"آپ مجھے کچھ عرصہ اور ہسپتال میں رہنے کی اجازت دیں گے، اور میری میزبانی قبول فرمائینگے؟"

ڈاکٹر نے ہنس کر جواب دیا:-

"آپ کو میرے مشورہ پر عمل کرنا ہوگا۔ اور مجھے آپکا علاج کرنے میں بہت خوشی ہوگی"۔

ڈاکٹر میڈک نے مرہم پٹی کرنے کے بعد کہا۔ کہ

"اگر ملنے والوں نے مہاتما جی کو تکلیف دی، تو اُن کی صحت کی رفتار رُک جائیگی۔ بہتر یہ ہے، کہ اُنہیں پُوری صحت حاصل کرنے تک کامل آرام دیا جائے۔ کیونکہ ابھی تک زخم پُورے طور پر اچھا نہیں ہُوا۔ اگر آئندہ دو ہفتوں تک اُنہیں پریشان کیا گیا۔ تو زخم کی حالت بگڑ جائے گی"۔

اس کے بعد ڈاکٹر کے حکم کے مطابق مہاتما جی کو ایک اور

کمرے میں لے گئے۔ جہاں دُھوپ اور ہوا کا انتظام اچھا تھا۔

مہاتما گاندھی کی رہائی کی خبر تھوڑی ہی دیر میں ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ گئی۔ جس نے سُنا، خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ جا بجا خوشی کے جلسے ہُوئے۔ اور مہاتما جی کی صحت و سلامتی کے لئے دُعائیں کی گئیں۔

ساتواں باب

ملکی حالت پر افسوس

جب مہاتما جی رہا ہُوئے۔ ملک کی حالت بہت خراب تھی۔ کوئی علاقہ ایسا نہ تھا۔ جہاں ہندو مسلمانوں کا فساد نہ ہُوا ہو۔ ہسپتال سے صحت یاب ہو کر احمد آباد پہنچے، تو بہت کمزور تھے۔ کچھ عرصہ آرام کرنا ضروری تھا۔ مگر ملاقاتیوں کی آمد و رفت، مختلف مقامات سے بے شمار پیغامات اور دَورہ کرنے کے تقاضوں نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ آخر ایک دو ماہ کے بعد اُنہوں نے ملک کے اکثر حصوں کا دَورہ کیا۔ پنجاب ہندو مسلمانوں کی لڑائیوں کا مرکز تھا، ملتان،

امرتسر، سہارنپور وغیرہ کی لڑائیوں سے جا بجا بے چینی پائی جاتی تھی۔ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ مہاتما جی نے لوگوں کو بہتیرا سمجھایا۔ ہندو مسلمانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنے کی ہدایت کی۔ لیکن کون سنتا تھا عقل پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ بغض وعداوت کے نشے میں آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ ہندو مسلمانوں کی طرف سے مہاتما جی کے پاس بیشمار خطوط پہنچے۔ جن میں ایک دوسرے کے خلاف شکایات کے طومار تھے۔ اکثر نے مہاتما جی پر طرفداری کے الزام لگائے۔

یہ حالت دیکھکر مہاتما جی نے ایک مفصل بیان شایع کیا۔ جس میں اُس وقت کے حالات پر بحث کی۔ فسادات کے اسباب بیان کئے۔ ہندو مسلمان لیڈروں کے طریق عمل اور اُن کے اخلاق وعادات پر آزادانہ تبصرہ کیا۔ اس بیان کو ملک کے صلح جُو اور بے تعصب لوگوں نے بہت پسند کیا۔ کیونکہ اس میں کسی کی طرفداری، اور رُو رعایت کے بغیر صاف صاف بتا دیا تھا، کہ کس معاملہ میں کون قصور وار ہے، اور کس بات میں، کون خطا کار۔ بیان کے اخیر میں مرقوم ہے، کہ

میرے سامنے اس وقت مُلک کے متعلق جو سب سے

ضروری مسئلہ ہے، وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ میں مسٹر جناح کے اِس خیال سے متفق ہوں، کہ سوراج ہندو مسلم اتحاد ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہُوں، کہ جب تک ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک مستقل اور پائیدار اتحاد قائم نہ ہو جائے۔ اُس وقت تک اِس بدبخت اور مصیبت زدہ سرزمین کے لئے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ میں یقین کرتا ہُوں، کہ ہندو مسلم اتحاد کے فوری قیام کا امکان ہے۔ اِس لئے کہ یہ طبعی ہے۔ دونوں جماعتوں کو اسکی انتہائی ضرورت ہے۔ اور سب سے آخر میں یہ کہ فطرتِ انسانی کی نیکی اور خیر پر مجھے اعتماد ہے۔ میں ایسے مسلمانوں سے مِلا، جنہیں عام طور پر بُرے کہا جاتا ہے۔ اور مجھے ایک واقعہ بھی ایسا یاد نہیں ہے۔ جس پر مجھے افسوس کرنا پڑا ہو۔ مسلمان بہادر ہیں، فراخدل ہیں، دلیر ہیں۔ اور جب اُن کے شبہات رفع ہو جاتے ہیں، تو فوراً دوسرے پر اعتماد کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہندو جو خود آئینہ خانوں میں رہتے ہیں، اپنے مسلمان ہمسایوں پر پتھر پھینکنے کا حق نہیں رکھتے۔ ہم نے اچھوتوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا، اور اب کیسا سلوک کر رہے ہیں۔ اگر کافر کا لفظ تحقیر و مذلّت

کا موجب ہے، تو چنڈال اس سے کم نہیں ہے۔ دُنیا کے مذاہب کی تاریخ سے اِس بدسلوکی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جو ہم نے اچھُوتوں کے ساتھ روا رکھی۔ حد سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے، کہ یہ بدسلوکی اِس وقت تک قائم ہے۔ کیا وائیکوم کی جنگ ایک ابتدائی انسانی حق کے لئے جاری نہیں ہے؟ خُدا کے معذب ہاتھ کی حرکت بہت مخفی ہوتی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے، کہ یہ جو کچھ ہم پر نازل ہُوا ہے، صرف اِسی ایک جُرم کی سزا نہیں ہے۔ اسلام کی تاریخ سے اگر اخلاق کی بُلندی سے تنزل کی مثالیں ملتی ہیں، تو اس کے صفحات کا کثیر حصہ روشن و درخشاں بھی ہے۔ اسلام اپنے عروج و اقبال کے زمانے میں متعصب و ناروا دار نہیں تھا۔ دُنیا اس کے احترام پر آمادہ تھی۔ جب مغرب پر تاریکی مسلط تھی، تو مشرق کے اُفق پر ایک روشن ستارہ طلوع ہُوا۔ اور اُس نے مصائب و آلام سے تباہ شدہ دُنیا کو آرام اور روشنی سے شادکام کیا۔ اسلام سچّا مذہب ہے۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ نیک نیّتی سے اسکا مطالعہ کریں۔ اُنہیں بھی اسلام کے ساتھ ایسی ہی محبّت پیدا ہو جائیگی، جیسی کہ مجھے پیدا ہو گئی ہے۔ اگر یہاں اسلام کی حقیقی حالت پلٹ گئی ہے، تو ہمیں تسلیم کرنا

چاہیئے، کہ اِس انقلاب میں ہمارا حصّہ کچھ کم نہیں ہے۔ اگر ہندو اپنی حالت دُرست کر لیں۔ تو مجھے یقین ہے، کہ اسلام ایسے مناظر پیش کریگا، جو اس کی قدیم فراخ دلی کی روایات کے شایانِ شان ہوں گے۔ ساری مشکلات کے حل کا انحصار ہندوؤں پر ہے۔ ہمیں بُزدلی سے کنارہ کش ہو جانا چاہیئے۔ اور دوسروں پر حوصلہ مندانہ بھروسہ کرنا چاہیئے۔ سب معاملات دُرست ہو جائینگے۔"

اِسی دوران میں دہلی میں فساد ہو گیا۔ مہاتما جی کو سُن کر بہت قلق ہُوا۔ امن قایم ہونے پر دہلی پہنچے۔ جب لوگوں کو خبر ہُوئی۔ جوق در جوق مہاتما گاندھی کے استقبال کو گئے۔ اور "مہاتما گاندھی کی جے" کے نعروں سے آسمان گونج اُٹھا۔ مہاتما جی نے وہاں کی صُورتِ حالات کو دیکھا۔ ہندو مسلمان رہنماؤں سے ملاقات کی۔ ایک عام جلسہ میں جس میں ہزاروں ہندو مسلمان شریک تھے، تقریر کرتے ہُوئے فرمایا:۔

"آج آپ کو بہت تکلیف ہُوئی ہے۔ آپ لوگ کئی گھنٹوں سے بیٹھے ہیں۔ مَیں آپ کے سامنے جلدی سے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس کے لئے معافی چاہتا ہُوں۔ مَیں آپ کو کوئی خبر نہیں دے سکتا۔ جس سے آپ کو اور مجھے تسلّی ہو۔ میرے یہاں آنے کی وجہ

آپ سے چھپی نہیں ہے۔ دہلی میں ہندو مسلمانوں کا جھگڑا ہو گیا ہے۔ دہلی کی بدنامی ہوئی ہے۔ دہلی کی ناک کٹ گئی۔ سارے ہندوستان پر اِس کا بُرا اثر پڑا ہے۔ اس اثر کو کس طرح زائل کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے لئے ہمارے بڑے بڑے بھائی سوچ رہے ہیں۔ اِس کا ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں نکلا، جو میں آپ کو سُنا سکوں۔ اسکا مجھے بہت رنج ہے۔

میں آپ سے التماس کرتا ہوں، کہ ہم سب لوگوں کو چاہیئے خُدا سے دُعا کریں۔ کہ وہ ہمیں اپنے دھرم کے مطابق کام کرنے کی سمجھ بخشے۔ مجھے کل یہاں سے واپس جانا ہے۔ کیونکہ احمد آباد میں تھوڑا سا کام چھوڑ آیا ہوں۔ مولانا محمد علی کا تار ملنے پر فوراً چلا آیا۔ لیکن اگر میں دہلی میں کچھ کام کر سکتا ہوں، تو ۱۵ ستمبر کو واپس آسکتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں جلسے کو برخاست کرتا ہوں۔ آپ سب لوگ گھر کو چلے جائیں۔ یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

تقریر کے خاتمہ پر چاروں طرف سے "مہاتما گاندھی کی جے" کے نعرے بلند ہوئے۔ لوگ جوشِ عقیدت سے سٹیج پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی مشکل سے مہاتما جی کو موٹر تک لایا گیا۔

۹ ستمبر ۱۹۲۴ء کو کوہاٹ میں افسوسناک فساد ہُوا۔ جس کا اثر تمام ملک پر پڑا۔ ہندو مسلمانوں میں اور بھی کشمکش پیدا ہو گئی۔ جس سے مہاتما جی کو سخت صدمہ ہُوا۔ اور رفع فساد کا موثر طریقہ سوچنے لگے۔

آٹھواں باب

اکیس دن کا برت

احمد آباد کے ضروری کام سے فارغ ہو کر مہاتما جی دہلی میں آئے۔ لوگوں کی آنکھیں یہ دیکھنے کے لئے بیقرار تھیں، کہ آیا آپ ہندو مسلمانوں کو گلے مِلانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ سب کے کان یہ سننے کے مشتاق تھے، کہ وہ فسادات کو دُور کرنے کے لئے کیا پیغام دہلی والوں کو دیتے ہیں۔ چنانچہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۴ء کو مہاتما جی کے معتمدِ خاص (پرائیویٹ سکرٹری) نے اُن کی طرف سے یہ پیغام شایع کیا:۔

"تازہ واقعات میرے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ اور میری مایوسی اُن سے بھی زیادہ افسوسناک۔ میرا مذہب مجھے تلقین کرتا

ہے۔ کہ جب کبھی انسان ایسی زبردست مصیبت میں گرفتار ہو۔
جس کو وہ دُور نہ کر سکتا ہو۔ تو اُسے روزہ اور خدا کی عبادت میں
مشغول ہو جانا چاہئیے۔ چنانچہ میں بھی یہی طریقہ اختیار کرتا ہوں۔
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تقریروں اور تحریروں سے ہندو
مسلمانوں کے تعلقات میں کوئی بہتری ظاہر نہیں ہوئی۔ اِس
لئے میں اپنے واسطے اکیسؔ دن کا برت (روزہ) رکھنا لازمی
قرار دیتا ہوں۔ جو آج سے شروع ہو گا، اور ۸ر اکتوبر کو ختم
ہو گا۔ مَیں ہر روز نمکین اور بلا نمک پانی پینا اپنے اوپر روا
رکھونگا۔ اِس برت کو اگر محض سزا کے طور پر لیا جاتا۔ تو عوام
کو اس کی اطلاع دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن میں اِس
کی خبر اِس اُمید سے دے رہا ہوں، کہ ہندو اور مسلمان اِس کو
میری ایک پُر اثر التجا سمجھیں گے، جو آج تک ایک دوسرے
کو تباہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مِل کر کام نہیں کرتے
رہے۔ لہٰذا میں تمام جماعتوں کے لیڈروں سے جن میں انگریز
بھی شامل ہیں۔ ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہوں، کہ اِن جھگڑوں
کا جو مذہب اور انسانیت دونوں کے لئے موجب ندامت ہیں،
خاتمہ کرائیں۔ اِن واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ گویا خدا

کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے۔ آؤ! ہم دوبارہ خدا کو اپنے دل کے مندر میں بٹھائیں۔"

مہاتماجی کا آخری روزہ پانچ دن کا تھا۔ جو آپ نے چوری چورا کے ہنگامہ کے سلسلہ میں رکھا تھا۔ اور ایک لمبا برت چودہ دن کا تھا، جو ایک خانگی معاملہ کے متعلق آپ نے جنوبی افریقہ میں، رکھا تھا۔ لیکن اکیس دن کے برت کا اعلان سُن کر ملک میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اور وہ لیڈر جو اُس وقت دہلی میں موجود تھے، مہاتماجی سے اصرار کرنے لگے۔ کہ آپ قید اور بیماری کی تکالیف کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں، اِس ارادہ سے درگذر کریں۔ لیکن مہاتماجی نے فرمایا۔ کہ

"میں اپنا عہد ضرور پُورا کروں گا۔ تمہارا فرض ہے، کہ اِس عرصہ میں ہندو مسلمانوں میں صلح اور محبّت کی کوشش کرو۔"

مہاتماجی کے اِس برت سے تمام ملک کے ہندو مسلمانوں کے دل میں شرم محسوس ہوئی۔ کہ دُنیا کا سب سے بڑا انسان اور ہندوستان کا جلیل القدر رہنما آج اپنے پیرووں کی غلط کاریوں کی وجہ سے خود سزا بھگت رہا ہے۔ اور اُن کے گناہوں کا کفارہ اپنے وجود سے دینے کے لئے مجبور ہُوا ہے۔ ہر شہر میں

صُلح و آشتی کے لئے جلسے ہونے لگے۔ اُن کی صحت و سلامتی کے لئے دُعائیں کی جانے لگیں۔ مُلک بھر کے ہندو مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں اور انگریز رہنماؤں کے دل بے قرار ہو گئے۔ اور وہ دہلی میں آکر صلح کانفرنس کی تیاریاں کرنے لگے۔ تاکہ جس غرض کے لئے مہاتما جی نے اپنے کمزور جسم پر تکلیف کا پہاڑ برداشت کرنے کا عزم کیا ہے۔ وہ پُوری ہو جائے۔

۲۳ ستمبر کی شام کو مسلمانان دہلی کا ایک وفد مہاتما گاندھی کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اُن سے برت توڑ دینے کی استدعا کر کے کہا۔ کہ وہ ہندو مسلمانوں میں صلح و امن کے لئے اُن کی ہدایت کے مطابق کام کریں گے۔ لیکن مہاتما جی نے فرمایا۔ کہ وہ اپنا ارادہ ضرور پُورا کریں گے۔ دُعا کی، کہ خُدا ان کو امن قائم کرنے کی توفیق دے۔

۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کو ۳ بجے دن کے سنگھم تھیٹر ہال میں اتحاد کانفرنس شروع ہُوئی۔ دو سَو کے قریب ملک کے بڑے بڑے ہندو مسلمان اور دیگر مذاہب کے لیڈر اس میں شریک ہُوئے۔ تاکہ باہم غور و فکر اور گفت و شنید کر کے مُلک میں صلح و امن کی تدابیر سوچی جائیں۔ اُردو ہندی اور انگریزی کے موٹوز

ضرب الامثال، اور اقوال سے ہال آراستہ کیا گیا۔ صدر کے چبوترہ پر یہ مقولہ لکھا تھا۔ کہ

"آدمی آزاد پیدا ہُوا۔ مگر وہ ہر جگہ زنجیروں میں جکڑا ہُوا ہے۔"

اس کے علاوہ یہ موٹوز بھی قابل ذکر ہیں:۔

"ہندو مسلم اتحاد کے بغیر آزادی ناممکن ہے۔"

"اخلاقی قوت سب سے زبردست قوّت ہے۔"

چبوترہ کے اوپر مہاتما گاندھی کی بڑے سائز کی تصویر تھی مولانا محمدؐ علی نے مہاتما گاندھی کی درازیٔ عمر کی دُعا سے جلسہ کی کارروائی کا آغاز کیا۔ اور بحیثیت صدر استقبالی کمیٹی نمائندوں کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد پنڈت موتی لال نہرو کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہُوئے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ہندوستان کے مختلف حصوں سے جو پیغامات مہاتما گاندھی کی درازیٔ عمر اور ہندو مسلم اتحاد کی دُعاؤں کے متعلق موصول ہُوئے تھے، پڑھ کر سُنائے۔ پیغام بھیجنے والے کانفرنس کی کامیابی کے دل سے خواہشمند تھے۔ مگر بعض وجوہ سے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔

اِس کے بعد پنڈت موتی لال نہرو نے حسب ذیل قرار داد پیش کی۔ جو اتفاق رائے سے منظور ہوئی :۔

"اِس کانفرنس کو مہاتما گاندھی کی فاقہ کشی سے بیحد تردّد ہے۔ یہ کانفرنس بزور رائے ظاہر کرتی ہے کہ انتہائی مذہبی آزادی لازمی وضروری ہے۔ اور اِس کو سخت نفرت سے دیکھتی ہے، کہ کسی فرقہ کے معبدوں کی بے حرمتی کی جائے۔ اور کسی مرتد یا اپنے مذہب میں دوبارہ شامل ہونے والے کو ایذا یا سزا دی جائے۔ نیز اس فعل پر حقارت کا اظہار کرتی ہے، کہ لوگوں کو جبراً اپنے مذہب میں لائے۔ یا اپنے مذہبی عقیدہ پر اس طرح عمل کرے، کہ دوسرے کی حق تلفی ہو۔

کانفرنس کے ارکان مہاتما گاندھی کو یقین دلاتے ہیں، کہ ہم اُن کے اصُول پر عمل کریں گے۔ اور اگر اشتعال کی وجہ سے اُن کی خلاف ورزی ہو گی، تو نفرت وحقارت کا اظہار کریں گے۔

یہ کانفرنس جناب صدر کو اختیار دیتی ہے، کہ

بذاتِ خود جا کر مہاتما جی سے اس کانفرنس کی طرف
سے یہ درخواست کریں، کہ وہ فاقہ کشی ترک کر
دیں، تاکہ اس کانفرنس کو مُلک کی موجودہ مصیبت
دُور کرنے میں اُن کا بہترین مشورہ اور رہنمائی
حاصل ہو سکے"۔

پنڈت موتی لال نہرو شام کو مہاتما جی کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور قرارداد پیشِ خدمت کی۔ آپ بہت کمزور تھے تکیوں کے سہارے بیٹھے۔ اور نہایت ہلکی آواز میں بعض اشاروں سے اپنا مطلب ظاہر کیا۔

مہاتما جی کے چہرے پر مسرّت اور لبوں پر مسکراہٹ پائی جاتی تھی۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ

"اگر ڈاکٹروں نے مشورہ دیا۔ کہ میرا برت جان کو
نقصان پہنچائے گا۔ تو میں کھول دوں گا"۔

۲ر اکتوبر ۱۹۲۴ء تک اتحاد کانفرنس کی کارروائی جاری رہی جس میں اُن تمام ضروری مسائل کے متعلق قراردادیں منظور ہُوئیں۔ جو ہندو مسلمانوں میں موجب فساد تھے۔ اور ان کو عمل میں لانے کے لئے ایک پنچایت مقرر کی گئی۔ جو حسب ذیل ارکان پر مشتمل

تھی :-

(۱) مہاتما گاندھی - صدر

(۲) حکیم محمدؐ اجمل خاں

(۳) مسٹر جے کے نزیمان

(۴) ڈاکٹر ایس کے دتّہ

(۵) ماسٹر سندر سنگھ لائل پوری

اور ان اصحاب کو پنچایت کے ممبروں کی تعداد ۱۵ تک بڑھانے اور مختلف مقامات پر پنچایت کی شاخیں قایم کرنے کی اجازت دی گئی - اور نہایت اُمید اور خوشی کے ساتھ کانفرنس برخاست ہوئی -

۸ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ڈیڑھ بجے دن کے مہاتما جی نے اپنا طویل روزہ بخیر و عافیت ختم کیا - ڈاکٹر انصاری اُنکی صحت کے نگران تھے - اُنہوں نے روزہ کھولنے کے وقت نارنگی کا رس اور کچھ شربت پینے کو دیا - اس کے بعد تین تین گھنٹہ کے وقفہ سے نارنگی کا رس دیا جاتا رہا - دوسرے دن دودھ دینا شروع کیا - پھر رفتہ رفتہ دوسری غذائیں دی گئیں - مہاتما جی بہت کمزور ہو گئے تھے - اِس لئے لوگوں کو اُن سے ملنے کی عام اجازت

نہیں دی گئی تھی۔

مہاتما جی کا برت ختم ہونے پر تمام مُلک میں خوشی اور شکرانہ کے جلسے ہُوئے۔ ملک و حکومت کے سربرآوردہ لوگوں نے مسرّت و اطمینان کے پیغامات شایع کئے۔ جن میں لارڈ برکن ہیڈ وزیرِ ہند، لارڈ ریڈنگ وایسرائے ہند، لارڈ لٹن گورنر بنگال، ہز ہائی نس سر آغا خان، آرچ بشپ آف کلکتہ، بشپ بمبئی، پنڈت موتی لال نہرو، مسٹر سری نواس شاستری، مہاراجہ پٹیالہ مہاراجہ بردوان، سر علی امام، سر محمد شفیع، مسٹر محمد علی جناح، کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مہاتما گاندھی نے مندرجہ ذیل پیغام اہلِ ملک کے نام شایع کیا:-

"میرا یہ پیغام ہے، کہ ہندو مسلم اتحاد تمام باتوں پر مقدم ہے"۔

چند روز کے بعد مہاتما جی کی صحت بحال ہوگئی۔ اور اپنے سب سے محبوب مقصد ہندو مسلم اتحاد کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

نواں باب

کانگرس کی صدارت

مہاتما گاندھی کی رہنمائی کے زمانہ میں انڈین نیشنل کانگرس ۱۹۱۹ء کا اجلاس امرتسر سب سے زبردست اور بارونق تھا۔ اسکے بعد بھی جو اجلاس ہوئے نہایت کامیاب رہے۔ مہاتما جی کی ہر دلعزیزی اور اثر و اقتدار کا یہ عالم تھا، کہ جو بات اُن کے مُنہ سے نکل جاتی، سب بسر و چشم تسلیم کرتے۔

یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ملک کی اس سب سے بڑی سیاسی مجلس کی زمام انہی کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن باوجود اِس کے اسکی کرُسی صدارت پر بیٹھنے کی کبھی خواہش نہ کی۔ اور دوسروں کے انتخاب پر زور دیتے رہے۔ آخر اہلِ ملک کے مجبور کرنے پر ۱۹۲۴ء میں آپنے بلگام کانگرس (مدراس) کی صدارت منظور فرمائی۔

مہاتما جی ایک کام کرنے والے شخص ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر صدارت میں جذبات کو بھڑکانے، اور عوام کو الفاظ کے جادو سے مسحور کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اُن کے خیال

جو نظام عمل مناسب حالات اور مقتضیات زمانہ کے لحاظ سے ضروری تھا، پیش کیا۔

مہاتما جی نے مختلف مسائل پر فاضلانہ تبصرہ کیا۔ لیکن وہ ملک کو کسی اہم کام کے ناقابل پاکر تعمیری امور کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے صاف و صریح الفاظ میں فرما دیا۔ کہ "میرے پاس چرخے سے بہتر کوئی دوسرا پیغام نہیں ہے"۔

مہاتما جی کی تقریر صدارت کا ماحصل یہ تھا:۔

(۱) چرخہ کاتو، ہاتھ کا بنا ہُوا کپڑا پہنو، ہندوستانی مصنوعات کو ترقی دو۔

(۲) ہندو مسلم اتحاد کی کوشش کرو۔

(۳) اچھوتوں اور ادنےٰ ذاتوں کو پستی سے نکالو۔ اور مساویانہ حقوق دو۔

مہاتما جی کی اس تقریر اور نظامِ عمل سے پُرجوش اور انتہا پسند لوگوں کو مایوسی ہُوئی۔ اور بعض تو مضحکہ اُڑاتے تھے، کہ کبھی چرخہ بھی حصول سوراج کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کہاں "ترک موالات" کی ہنگامہ خیزی، اور کہاں چرخہ کی یاس انگیز تحریک۔

یا بآں شوراشوری یا بایں بے نمکی"۔ لیکن مہاتما گاندھی کے
عقیدت مند یہ کہتے ہُوئے مصروفِ عمل ہو گئے۔ کہ ؎

بمے سجّادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز رسم و راہِ منزلہا۔

بلگام کانگرس کے بعد مہاتما جی نے تمام ملکی معاملات
سے الگ ہو کر صرف مذکورالصدر امُور پر اپنی توجہات مبذول
رکھیں۔ جہاں گئے، لوگوں کو چرخہ کاتنے اور کھدر پہننے کی
تلقین فرماتے رہے۔

ایک دفعہ کسی نے سوال کیا۔ کہ

"مہاتما جی! ۳۳ کروڑ باشندے یک لخت دیسی
کپڑا کیونکر استعمال کر سکتے ہیں؟ ہاتھ سے بُنے ہُوئے
کھدّر کی اتنی مقدار کہاں سے میسّر آئیگی؟"

چنانچہ آپ نے اُسی وقت تمام کپڑے اُتار دیئے۔ اور
ایک چھوٹا سا تہ بند پہن کر کہا۔ "اِس طرح گذارہ ہو سکتا ہے"۔
مہاتما جی کے ستیہ گرہ آشرم میں (جو احمد آباد میں دریائے
سابرمتی کے کنارے پر واقع ہے۔ رُوحانی اور اخلاقی تعلیم کے
علاوہ سُوت کاتنا اور کپڑا بُننا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ وہ اور

اُن کے شاگرد وقتِ مقررہ پر چرخہ کاتتے اور کپڑا بُنتے ہیں۔اور
اس طرح خود اپنی جسم پوشی کا سامان کر لیتے ہیں۔

دسواں باب

مہاتما گاندھی کی تعلیم

مہاتما گاندھی اُن مقدّس ہستیوں میں سے ہیں، جو صدیوں کے بعد دُنیا میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اور اپنی غیر معمولی قابلیتوں سے ملک اور قوم میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتی ہیں۔

مہاتما جی کی عمر اس وقت ساٹھ سال کے قریب ہے۔جسم نہایت دُبلا پتلا اور کمزور ہے۔ لیکن رُوحانی طاقت اِس قدر بڑھی ہُوئی ہے۔ کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا اُنکا احترام کرتی ہے۔ اُنہیں دُنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کیا گیا ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے، کہ وہ انسانیت کے اعلیٰ محاسن سے معمُور ہیں۔ اُنس و محبّت اور خلوص و ایثار کا ایک عدیم النظیر مجسّمہ ہیں۔ اُن کا دماغ روحانیت کے انوار سے روشن ہے، اُن کے پہلو میں ایک بے خوف اور صداقت شعار دل ہے، جو کسی بڑی سے بڑی دنیاوی طاقت کے سامنے خائف و متزلزل نہیں ہوتا۔

اُنہوں نے ہر نازک اور اہم موقعہ پر صداقت کے اظہار سے انحراف نہیں کیا۔

ترکِ موالات کے زمانہ میں جبکہ ملک کی آزادی کے لئے ستیہ گرہ کی خاموش طاقت کے ساتھ میدان عمل میں آنے کا عزم کر چکے تھے۔ اور سب سے پہلا معرکہ باردولی میں ہونے والا تھا۔ کہ دفعتہً یہ خبر اُن کے کان میں پڑ گئی۔ کہ چوری چورا کے پولیس سٹیشن پر عوام نے متشددانہ حملہ کیا ہے۔ مہاتما جی نے فوراً اپنی مہم ملتوی کر دی۔ اور اعلان کر دیا، کہ ابھی مُلک ستیہ گرہ اور سول نافرمانی کے بے ضرر حربہ کے استعمال کرنے کے قابل نہیں۔ مُلک کا سیاسی طبقہ مایوس ہو گیا، بے شمار فدا کار جو سول نافرمانی کی جنگ میں شریک ہونے کے لئے کمربستہ تھے، جی چھوڑ بیٹھے۔ اس واقعہ نے انتہا پسند لوگوں کو مہاتما جی سے برگشتہ کر دیا۔ اور وہ سیاسی ہنگامہ آرائی کے لئے جدید پروگرام کی تدوین و ترتیب پر غور کرنے لگ گئے۔

مہاتما جی نے لوگوں کی مایوسی اور مخالفت کی کوئی پروا نہ کی۔ وہ اپنے آپ کو راستی پر سمجھتے تھے، عوام کی خوشنودی اور رفقائے کار کی رضا جوئی کی خاطر کوئی ایسا قدم اُٹھانا جو اُن

کے ضمیر اور عقیدے کے خلاف تھا، ناپسند تھا۔ چنانچہ اُسی وقت سے اُنہوں نے سیاسی سرگرمیوں کو ترک کر کے چرخہ کاتنے اور کھدّر پہننے کا پروگرام اختیار کیا۔

مہاتما جی اپنے مسلک پر سختی سے پابند ہیں، اور اپنے شاگردوں کو اُسی طرح پابند دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُن کا ہر قول فعل کے مطابق اور ہر فعل قول کے موافق ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم یہ ہے، کہ

(۱) خدا برحق ہے، اُس کی عبادت کرو۔ اور اُسی کو اپنا خالق و مالک مانو۔

(۲) تمام مذاہب کے بزرگوں کا احترام کرو۔ اور اُنکی تعلیمات کا بے تعصبی سے مطالعہ کرو۔

(۳) ایک دوسرے کے معابد و منادر کو عزت کی نگاہوں سے دیکھو۔

(۴) ہر ایک انسان کو خواہ وہ کسی مُلک، قوم، اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو، اپنا بھائی سمجھو۔

(۵) کسی کے مذہبی فرائض اور قومی حقوق میں مداخلت اور دست اندازی نہ کرو۔

(۶) بغیر کسی تشدد اور سختی کے ملکی آزادی اور خوش حالی کی کوشش کرو۔

(۷) جو تم پر سختی کرے۔ اُسکا جواب نرمی سے دو۔ مگر اپنے مقصد سے ذرا پیچھے نہ ہٹو۔

(۸) اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھو، اور بلا منّتِ غیرے اپنی فلاح و رفاہ کی کوشش کرو۔

(۹) اپنی ضروریات خود پیدا کرو۔ دوسروں کے سہارے پر بھروسہ نہ رکھو۔

(۱۰) ملکی مصنوعات کو ترقی دو۔ اور دیسی اشیا کے استعمال کو لازمی سمجھو۔

(۱۱) ملک میں اتحاد و محبّت سے رہو۔ تمام ہندوستانیوں کو ایک ہی خاندان کے رکن، اور ایک ہی ماں کے فرزند تصوّر کرو۔

مہاتما جی نے ہمیشہ اِن باتوں پر عمل کیا۔ مگر افسوس! ہندوستانیوں نے اُن کی تعلیم کی قدر نہ کی۔ اور آسان سے آسان باتوں پر بھی عمل نہ کر سکے۔

اہل ہند کا عام رجحان ہنگامہ خیز اسباب و وسائل کی طرف

ہے۔ وہ چند تقریروں، متعدد ریزولیوشنوں، اور پُر شور جلوسوں اور جلسوں ہی میں اپنی آزادی کا راز مضمر پاتے ہیں۔ درحقیقت کسی قوم کی آزادی، برتری اور خوشحالی کا مدار اس کے کیرکٹر (سیرت اور اخلاق حسنہ) پر ہے۔ جو قومیں معراج ترقی پر نظر آتی ہیں، اُن کے افراد محبِ وطن، اُولوالعزم، مخلص، نیکدل، اور روشن دماغ ہیں۔ وہ اپنے قومی مفاد کے لئے جان تک فدا کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ لیکن جو قوم اپنی ضروریات بہم پہنچانے سے قاصر ہے، جو لوگ اپنے اہل وطن سے برادرانہ سلوک نہیں کر سکتے۔ اور جہاں رواداری اور خلوص و ایثار کی طاقتیں ناپید ہیں، وہ کس طرح آزادی کی نعمت سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔

بس یہی وجہ تھی، کہ مہاتما جی نے سنہ ۱۹۲۵ء میں ایک سال کے لئے تمام ملکی اور سیاسی کاموں سے الگ رہنے کا عہد کر لیا۔ اور اس عرصہ میں زیادہ تر احمد آباد ہی میں مقیم رہے۔ اور تعمیری پروگرام پر عمل کرنے کے لئے لوگوں پر زور دیتے

مہاتما جی کی اس کنارہ کشی سے مختلف سیاسی گروہ کانگرس میں پیدا ہو گئے۔ ایک گروہ کانگرس کے فیصلۂ ترک موالات پر

کاربند رہتے ہُوئے کونسلوں کے مقاطعہ کا حامی تھا۔ دوسری جماعت کونسلوں میں داخل ہو کر کاروبار حکومت میں مزاحمت کرنے کو مقاطعہ کی ایک موثّر صورت تصوّر کرتی تھی۔ یہ اختلاف نازک صورت اختیار کر چکا تھا۔ اور اس سے کانگرس کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اِس وقت کوئی ایسا رہنما نہ تھا، جو بروئے کار آتا۔ آخر تمام سیاسی جماعتوں کی طرف سے مہاتما جی کی خدمت میں درخواست کی گئی، کہ گوشۂ عافیت سے باہر آکر اس عقدۂ دشوار کو حل فرمائیں، اور کانگرس کے اجلاس گوہاٹی (آسام) میں شریک ہو کر مصالحت کی تدبیر کریں۔ چنانچہ آپ وہاں گئے، اور غیر جانبدارانہ حیثیت سے ہر دو جماعتوں فیصلہ کرانے میں کامیاب ہُوئے۔ ریزولیوشن جو اس قضیّہ کے رفع کرنے کے لئے مہاتما جی نے تجویز کیا، اسکا مطلب یہ تھا۔ کہ "کانگرس کا مقصد مقاطعۂ مجالس آئین ساز بدستور قایم رہیگا۔ لیکن جو لوگ اپنے ایمان وضمیر کی رہنمائی میں کونسلوں میں بغرض مزاحمت داخل ہونا مفید سمجھتے ہیں، وہ انتخابات میں حصّہ لے سکتے۔"

مہاتما جی کی اس کوشش سے ہر دو جماعتوں میں مفاہمت

ہو گئی ۔ اور اس طرح ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی مجلس افتراق و اختلاف کا شکار ہونے سے محفوظ رہی ۔

۱۹۲۸ء میں پھر اسی قسم کا مخمصہ پیش آیا ۔ مدراس کانگرس (۱۹۲۷ء) میں ہندوستان کے لئے "مکمل آزادی" کا ریزولیوشن منظور ہو چکا تھا ۔ مگر نہرو رپورٹ کے منشا کے مطابق آل پارٹیز کانفرنس کی آل انڈیا کنونشن (کلکتہ) نے "ہندوستان کے لئے "حکومت درجۂ مستعمرات زیر سایہ برطانیہ" نصب العین تجویز کیا تھا ۔ اس پر ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی مجلس نیشنل کانگرس کی تصدیق ضروری تھی ۔ مگر یہ مطالبہ اس کے منتہائے مقصود کے خلاف تھا ۔ اس لئے کانگرس میں پھر اختلاف اور اصولی اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ تھا ۔

آزاد خیال اور کانگرس کے منظور کردہ نصب العین کے حامی تو اپنے معیار سے رجعت قہقری کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ لیکن نہرو رپورٹ کے موید اور دیگر سیاسی جماعات کے ہمدرد چاہتے تھے ۔ کہ "درجہ مستعمرات" کو ہندوستان کا متحدہ مطالبہ قرار دیا جائے ۔

جب نہرو رپورٹ کا مسئلہ کلکتہ کانگرس میں پیش ہُوا۔ تو فریقین میں خوب گرم مباحثہ ہُوا۔ ایک طرف پنڈت موتی لال نہرو (مصنف رپورٹ) تھے، جو "درجہ مستعمرات کی منظوری کے لئے زور دیتے تھے، دوسری طرف اُن کے فرزند رشید پنڈت جواہر لال نہرو تھے، جو "مکمل آزادی" کے نصب العین سے سرِمُو اِدھر اُدھر نہیں ہوتے تھے۔ پنڈت مالوی اور مسٹر سری نواس آئنگر میں خوب بحث ہُوئی۔ مسٹر سین گپتا اور سوبھاش چندر بوس کی زبردست تقریروں نے بنگال اور ہندوستان کے نوجوانوں کو گرما دیا۔ اور وہ بے تحاشا "مکمل آزادی" کے نعرے بُلند کرنے لگے۔ معاملہ نازک صُورت اختیار کر چکا تھا۔ اور قریب تھا، کہ نہرو رپورٹ کانگرس کے اجلاس میں درخورِ اعتنا نہ سمجھی جاتی، مہاتما جی کے تدبر اور ہمہ گیر اثر سے سب ایک سطح پر آ گئے۔ آپنے اِس مضمون کی قرارداد ترتیب دی۔ کہ

"اگر حکومت برطانیہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء تک درجۂ مستعمرات کی حکومت ہندوستان کو نہ دیگی، تو کانگرس مکمل آزادی کا اعلان کر دے گی"۔

چنانچہ آپنے یہ قرارداد پیش کرتے ہُوئے ایک جامع اور

بسیط تقریر کی۔ جس میں اپنے فلسفیانہ براہین اور مدبّرانہ دلائل سے دونوں جماعتوں کو مطمئن کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ

"اگر برطانیہ نے ہمارے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا۔

تو میں یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو آزاد بیدار ہونگا۔"

یہ قرارداد غالب اکثریت سے منظور ہوگئی۔ اور سب کے دلوں پر مہاتما جی کی شخصیت غالب آئی۔

۱۹۲۹ء کے اجلاس کانگرس (لاہور) کے لئے صوبجاتی کانگرس کمیٹیوں کی کثرت آرائے سے مجلس استقبالیہ نے مہاتما جی کو صدر منتخب کیا۔ جب آپ کو باضابطہ اطلاع دی گئی، تو آپنے انکار کر دیا، اور لکھا، کہ بعض وجوہ سے وہ اس اہم ذمہ داری کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ مکرّر سہ کرّر اصرار پر بھی اُنہوں نے منصب صدارت کو منظور نہ کیا۔ اور آخر آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں مہاتما جی کے منشا کے مطابق قرعۂ فال پنڈت جواہر لال نہرو کے نام پڑا۔

غرضکہ مہاتما جی ہندوستان میں ایک ایسے شخص ہیں، جن کی ہر ایک عزت کرتا ہے۔ اور باوجود اختلاف رائے کے ان کا احترام کرتا ہے۔

مہاتماجی ترک موالات کے علمبردار ہیں۔ لیکن وہ تنگ دل نہیں۔ ۱۹۲۹ء میں جب لارڈ ارون وائسرائے ہند ملکی مسائل پر گفت وشنید کے لئے ولایت تشریف لے گئے، اور مہاتما جی اور دیگر سیاسی لیڈروں کو ملاقات کے لئے مدعو کیا۔ تو آپ بخندہ پیشانی اُن سے ملے، اور مسائل زیر بحث پر تبادلۂ خیالات کیا۔ ولایت سے واپس آنے پر بھی جناب وائسرائے نے بُلایا، تو بخوشی ملاقات فرمائی۔

مہاتماجی کی اس ہمہ گیر عظمت کا راز اُن کی روحانی اور اخلاقی برتری میں مضمر ہے۔ وہ اپنے پیرووں کو ہمیشہ اسی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے ہیں۔

فرانس کے ایک سابق امیر البحر سلیڈ کی بیٹی مس سلیڈ ۱۹۲۴ء میں مہاتماجی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جس نے مہاتما جی کی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے سابرمتی ستیہ گرہ آشرم میں سکونت اختیار کی۔ اسکا بیان ہے۔ کہ

"کوئی تین سال ہوئے، ہندوستان میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ دلی اطمینان حاصل نہ تھا۔ حیران تھی، کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ میں نے برّ اعظم یورپ کے مختلف مقامات کی

سیر کی، لیکن اس سے میرے دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہُوئی۔ مَیں نے فرانسیسی مصنف رومن رولینڈ کی چند کتابیں پڑھیں۔ جن کا مجھ پر زیادہ اثر نہ ہُوا۔ اِس کے بعد میں رومن رولینڈ سے مِلی۔ اور اُس سے بات چیت کی۔ دوسری ملاقات میں اُس نے مجھ سے مہاتما گاندھی کا ذکر کیا، اور کہا۔ کہ

"مجھے کامل یقین ہے، کہ مہاتما گاندھی موجودہ زمانہ کے مقدس انسان ہیں"

رومن رولینڈ کے مشورے کے مطابق میں نے مہاتما گاندھی کی ایک کتاب کا مطالعہ کیا۔ جس سے مجھے تسکین حاصل ہُوئی۔ میری زندگی میں بالکل انقلاب واقع ہو گیا۔ ایک وقت تھا، کہ میں رقص و سرود کی شایق تھی۔ گوشت کھاتی تھی اور شراب پیتی تھی۔ اور ایسی باتیں کرتی تھی، جو مجھے نہیں کرنی چاہیئے تھیں۔

اس کے بعد میں نے مہاتما جی کو خط لکھا۔ کہ میں آپ کے پاس آپ کے آشرم میں رہنا چاہتی ہوں۔ اس کا جواب مجھے حسب خواہش مِلا۔ اور مَیں ہندوستان کی طرف چل پڑی۔ روانگی سے پیشتر میں نے اپنا تمام اسباب فروخت کر دیا اور کچھ

بیان کیا:-

"یہاں کے اور دیگر ممالک کے لوگ مہاتما گاندھی کو بزرگ کہتے ہیں۔ واقعی وہ بزرگ ہیں۔ لیکن میں نے اُن میں جو خاص بات دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے، کہ دنیائے انسانیت کے ساتھ وہ نہایت وسیع ہمدردی رکھتے ہیں۔ یہ دیکھکر حیرت ہوئی۔ کہ آپ کی طبیعت میں مسرت انگیز ظرافت بھی موجود ہے۔ اگر میں اپنے اوقات میں مختار ہوتی، تو کم ازکم ایک سال مہاتما گاندھی کی شاگردی کا فخر حاصل کرتی۔ اور کتابوں کی بجائے براہ راست اُن کی تعلیم سے استفادہ کرتی۔

آشرم کی فضا میں رونق و مسرت کا دَور دَورہ ہے۔ عورتیں گا رہی ہیں۔ بچے اطمینان کی قدرتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہر چہرے پر مسکراہٹ ہے"۔

مہاتما گاندھی کی تعلیم سادہ، پاکیزہ، اور تکلفات دُنیوی سے نجات دینے والی ہے۔ اُن کا آشرم دیکھکر رشیوں کے قدیم زمانہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

گیارھواں باب

مہاتما گاندھی کی قدر و منزلت

مہاتما گاندھی دُنیا کے بڑے مشہور آدمی ہیں۔ امریکہ، جرمنی، فرانس، روس اور دیگر مہذب ممالک سے دعوت نامے آئے۔ کہ وہ تشریف لا کر اپنے خیالات و تعلیمات سے مستفید فرمائیں۔ لیکن مہاتما جی نے اُنہیں قبول کرنے سے اس عذر پر انکار کر دیا۔ کہ

"جب مَیں اپنے ملک کی حالت درست کر لونگا۔
تو دوسری طرف توجہ کرونگا۔"

دسمبر ۱۹۲۷ء میں جب شاہ امان اللہ خاں سیاحت یورپ کو جاتے ہُوئے، چند روز بمبئی ٹھہرے، تو اُس جلسہ میں جو اُن کی خدمت میں سپاسنامے پیش کرنے کے لئے مسلمانان بمبئی نے کیا تھا۔ محترمہ کستورا بائی اہلیہ مہاتما گاندھی مولانا محمد علی کے پاس تشریف رکھتی تھیں۔ شاہ نے دریافت فرمایا "آپ کون ہیں؟" جواب مِلا "اہلیہ مہاتما گاندھی"۔ غازی امان اللہ نے اُٹھ کر تعظیم کی، اور ڈیس پر نہایت احترام سے جگہ دی۔

ایک دوسرے موقعہ پر جبکہ شاہِ افغانستان موٹر پر جا رہے تھے، سامنے سے اہلیۂ مہاتما جی کی موٹر آ رہی تھی ۔ آپ نے موٹر ٹھہرا دی۔ وہ بھی ٹھہر گئیں۔ شاہ نے نہایت خلوص سے فرمایا۔

"مہاتما جی! کو میرا بہت بہت سلام پہنچا دیجئے۔
وہ میرے بھائی ہیں"

مشرقی اور مغربی ممالک سے جو سیّاح اور مشہور آدمی ہندوستان میں آئے، وہ مہاتما جی کی سادہ اور عملی زندگی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کی تعلیم اور ان کے خیالات سے متاثر ہو کر اُن کی بزرگی اور عظمت کا اعترِاف کیا۔

خُدا کا بھیجا ہُوا فرشتہ

ایک امریکن اخبار "کرائسس" نے "پیس" (امن) کے عنوان سے کرسمس کی تقریب پر مندرجہ ذیل مضمون شایع کیا:-

"اور اِسی مُلک میں جاہل، کالے اور جفاکش چرواہے رہتے تھے۔ جو بیکس بھیڑوں کی مصیبت اور فاقہ میں کھیتوں کی رکھوالی کرتے تھے۔ ساری رات اندھیرے میں چلّاتی رہتی تھیں۔ اور کیا دیکھتے ہیں، کہ خُدا کا بھیجا ہُوا فرشتہ مہاتما گاندھی اُن بیکسوں

کے پاس آیا۔ خدا کا نور اُن کے گرد نظر آنے لگا اور وہ بہت خوف زدہ ہو گئے۔ فرشتے نے اُن سے کہا۔

"مت ڈرو! دیکھو، میں تمہارے لئے بڑی خوشخبری لایا ہوں، اسکا لطف تمام لوگ، تمام قومیں، اور تمام نسل و رنگ کے آدمی لے سکیں گے"۔

تمہارے لئے داؤد کے شہر میں ایک نجات دہندہ پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام امن ہے"۔

اور تمہارے لئے اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ شاہی محلوں میں تمہیں امن نصیب نہ ہوگا۔ تمکو جھونپڑوں میں دن گذارنے ہونگے۔ اُن آدمیوں میں عمر بسر کرنی ہوگی، جن کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اور جو مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں"۔

بھیڑوں اور اُن کے چرواہے نے کہا:۔

"ناممکن! جنگ ہوتی رہی، ہو رہی، اور ہوتی رہیگی۔ اِس وقت دُنیا میں دولت حکومت کر رہی ہے۔ خُدا بھی اُن کے ساتھ ہے۔ جن کے

پاس بڑی بڑی توپیں، جرّار فوجیں، جنگی بیڑے، اور تیز رفتار ہوائی جہاز ہیں۔ اور جو بڑے فخر سے کہتے ہیں، کہ اُنہوں نے بڑی اعلیٰ نسل میں جنم لیا ہے۔

اِس اکیلے اور فاتح فرشتے کے ساتھ دُنیا کے بہت سے لوگ خدا کی حمد میں یہ کہہ رہے تھے، کہ "اے خُدا! تیری عظمت آسمانوں پر بڑھے۔ اور زمین پر امن قایم ہو"۔

سیّاروں اور پیغمبروں کا پیغام

مسٹر رومن رولینڈ فرانس کے مشہور شاعر اور فلاسفر مہاتما گاندھی کے نہایت عقیدت مند تھے۔ اُن کے ایک مدّاح نے اُن سے مخاطب ہو کر مہاتما گاندھی کی شان میں ایک نظم "سیّاروں اور پیغمبروں کا پیغام" لکھی، جو رسالہ "ورلڈ ٹومورو" (آیندہ دُنیا) میں شایع ہُوئی۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اگر مَیں آسمان کی تاریکی میں ستاروں کے عظیم الشان ٹیڑھے، ترچھے، اور پیچ در پیچ خط میں کچھ لکھ سکونگا، تو مَیں "گاندھی" لکھوں گا۔

ہم اُوپر آسمان کی طرف دیکھ سکتے ہیں۔ جہاں کہ فرشتوں کی مانند ہمارے دنیاوی گردوغبار سے پاک فضا میں روشن سیّارے انسانوں کو مخاطب کر کے وہ الفاظ گا رہے ہیں، جو کہ ہمارے دلوں کے صفحات پر صریح طور سے کندہ ہیں۔

لیکن ہم اِن صفحوں کو بھی کھولنے کی جُرأت نہیں کرتے۔ تا کہ فرشتے کہیں اُن کے مضمون سے آگاہ ہو کر ہمیں ہماری روزانہ معاش سے محروم نہ کر دیں۔

تاہم دوسری دُنیاؤں (سیّاروں) کی بے داغ روشنی کی طرف اُٹھ کر ایک انسان کی آنکھیں بھی روشن ہو سکتی ہیں۔

اور تب سے وہ ایک نہائیت ادنےٰ انسان کو بھی اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ اور حلیم و بُردبار ہو جاتا ہے۔

اسکا صبر و تحمّل انسانوں کے خیالات کو یہ تلاش کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ یہ صفات اِس

میں کہاں چھپی ہیں۔ اور وہ کسی مدح و ستایش
اور تعریف کا محتاج نہیں رہتا۔ یہ سیّاروں اور
پیغمبروں کا پیغام ہے۔
وہاں میں "گاندھی" کا نام نقش کروں گا۔
اور لکھے ہوئے خوبصورت خطِ پروین میں اس
کے نام کے آگے "پیغمبر" کا لفظ لکھ دونگا۔"

دنیا کا سب سے بڑا انسان

"لورپول پوسٹ" اور "مرکری" کے خاص نامہ نگار نے
مہاتما جی سے ۳۱ مارچ ۱۹۲۴ء بمقام جوہو ملاقات کی۔
اُس نے لکھا۔ کہ

"ناریل کے درختوں کے درمیان ایک بنگلہ ہے۔
جس میں بمبئی کے شور و غل سے سراسر علیحدہ ہو
کر ۵۵ سال کا ایک کمزور، دُبلا، اور مایوس
انسان زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ شخص ایک آرام
کرسی پر ننگے پاؤں بیٹھا ہُوا تھا۔ اور بحیرۂ عرب
کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تیس کروڑ مخلوق اِس کو
دنیا کا سب سے بڑا انسان خیال کرتی ہے۔

ہندوا سے مہاتما کہتے ہیں۔ گوتم بُدھ کے بعد
سوائے مہاتما گاندھی کے کوئی شخص ہندوستان
میں ایسا پیدا نہیں ہُوا۔ جس نے لوگوں کے
خیالات اور جذبات بدل دیئے ہوں۔"

مہاتما گاندھی کا اعجاز

مس موریئل لیسٹر، انگلستان کے مقام باپلر میں رہتی ہیں۔ کنگسے ہال کی مالکہ ہیں۔ جس میں کئی مدرسے ہیں۔ اشتراکی خیالات رکھتی ہیں۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان کی سیر وسیاحت کے لئے آئیں۔ سابرمتی آشرم میں گئیں۔ مہاتما جی کے درشن کئے۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ آشرم کے رہنے والوں کی طرح زندگی بسر کی۔ چرخہ کاتنا سیکھا۔ مس صاحبہ نے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا:۔

"مَیں مہاتما گاندھی اور اُن کے پیروؤں سے
رُوحانی فیض حاصل کرنے آئی ہُوں۔"

جب اُن سے دریافت کیا گیا، کہ "مہاتما گاندھی کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟" تو کہا:۔

"مہاتما گاندھی نے زندگی کے رُوحانی تصوّر کو

سیاسی زندگی پر اس طریقہ سے مقدم اور
نمایاں کر دیا ہے۔ کہ انگلستان میں کوئی نہیں
کرسکا۔"

مہاتما گاندھی ایک دیوتا

سوئزرلینڈ کے مشہورِ عالم مسٹر ہربی مین جو گوہاٹی کانگرس میں شریک ہوئے، مہاتما گاندھی سے بھی ملے۔ اُنہوں نے ایک ملاقات میں بیان کیا۔ کہ

"میں مہاتما گاندھی کے پاکیزہ خیالات کا بڑا
مدّاح ہوں۔ مہاتما گاندھی ایک دیوتا ہے، جو
دنیا کے اندر اپنا ثانی نہیں رکھتا۔"

مہاتما گاندھی سے یہ عقیدت و محبّت اُن لوگوں کو ہے۔ جو غیر ممالک کے رہنے والے ہیں۔ جن کے خیالات مختلف، طرزِ معاشرت جُدا اور تہذیب و تمدّن الگ ہیں۔ ہندوستان کے تمام لوگ ان کی دل و جان سے عزت کرتے ہیں۔ مذہبی اور سیاسی عقائد کے اختلاف کے باوجود بھی جو درجہ رہنمایانِ ملک میں مہاتما گاندھی کو حاصل ہے، وہ کسی دوسرے لیڈر کو نصیب نہیں ہُوا۔ حکیم اجمل خاں، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی،

مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر انصاری، مولانا عبدالباری وغیرہ مسلمان رہنما، سیاسیات کے نازک اور آزمائش کے دور میں مہاتماجی کے شریک حال رہے۔ دیش بندھو داس، پنڈت مدن موہن مالوی، لالہ لاجپت رائے، مسٹر سری نواس شاستری ڈاکٹر تیج بہادر سپرو وغیرہ ہندو لیڈروں کو اگرچہ بعض سیاسی امور میں آپ سے اختلاف تھا، لیکن اُن کے ساتھ نہایت ادب و احترام سے پیش آتے، اور خلوص دل سے اُن کی عزت کرتے تھے۔

جب مہاتماجی نے اپنی سزا یابی کے بعد بی امّاں والدہ مرحومہ علی برادران کو پیغام بھیجا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوئیں۔ اور جوابی پیغام میں لکھا۔ کہ

"میں اُن (مہاتماجی) کی رہائی کے لئے اُسی طرح خلوصِ دل سے دُعا کروں گی، جس طرح اپنے بیٹوں محمدؐ و شوکت اور دیگر محبوسین کی رہائی کے لئے مصروفِ دُعا ہوں۔"

غرضکہ دُنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً بے شمار ایسے انسان موجود ہیں، جو اُن کی پیروی کو اپنی سعادت سمجھتے

ہیں۔ وہ ہندوستان کے لئے آزادی، امن، اور سلامتی
کا پیغام لے کر آئے، دوست و دشمن کے ساتھ محبّت سے
ملے۔ اُن کی ذات ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب، ہندو مسلمان،
عیسائی و موسائی، پارسی و جینی، مشرقی و مغربی کے امتیاز سے
بالاتر ہے۔ اُن کے اوصاف حیطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے۔ ؎

دامانِ نگہ تنگ گلِ حُسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گِلہ دارد